جناب پروفیسر محمد سلیمان اظہر
اسلامیہ یونیورسٹی۔ بہاولپور

قسط نمبر ۴

تحریکِ ختمِ نبوت کے گمشدہ اوراق

قارئین محترم، گزشتہ شماروں میں پیش کئے گئے حقائق کی بنا پر بخوبی عیاں ہو چکا ہوگا کہ تحریک ختم نبوت کا آغاز کن سعادت مندوں نے کیا اور جب بڑے بڑے نامور علماء و مشائخ ابھی گومگو کی حالت میں تھے اس وقت حضرت شیخ الکل میاں صاحب سید محمد نذیر حسین محدث دہلویؒ اور ان کے شاگرد رشید مولانا ابو سعید محمد حسین بٹالویؒ کس جانفشانی سے مرزا صاحب کے تعاقب میں مصروف تھے۔ یہ تعاقب اتنا شدید تھا اور ان کے دلائل اس قدر پختہ تھے کہ مرزا صاحب جلد ہی دلائل و براہین کی پٹاری بند کر کے ذاتی قسم کے طعن و تشنیع تک آ چکے تھے۔ جیسا کہ انہوں نے لکھا:

"ذرا انصاف کرنے کا محل ہے کہ صدہا لوگ طالب علم یا ملاقات کیلئے نذیر حسین خشک معلم کے پاس دہلی میں جائیں اور وہ سفر جائز ہو اور پھر خود نذیر حسین، بٹالوی صاحب کا ولیمہ کھانے کیلئے باوجود عمر و پیرانہ سالی دو سو کوس کا سفر اختیار کر کے بٹالہ میں پہنچیں اور وہ سفر بالکل روا ہو۔ مگر جبکہ یہ عاجز باذن امر الٰہی دعوتِ حق کیلئے مامور ہو کر طلبِ علم کے لئے اپنی جماعت کے لوگوں کو بلا دے تو وہ سفر حرام ہو جاوے۔" (قیامت کی نشانی بہ ضمیمہ دفع الوساوس از مرزا غلام احمد مطبوعہ ریاض ہند امرتسر ۱۹۸۴ء ص ز)

قارئین آپ جانتے ہیں کہ ذاتی قسم کی طعن و تشنیع کا مرحلہ اس وقت آتا ہے جب دلائل کا خرمن پوری طرح جل جائے۔ اور مرزا صاحب اسی قسم کی صورتِ حالات سے دوچار ہو چکے تھے۔ لیکن اپنے مریدوں کا بھی تو انہیں ہر دم خیال رہتا تھا کہ وہ ان بزرگوں کو الہامات کے زور سے ڈرانے کی کوشش شروع کر دیتے۔ ان بزرگوں کو مرزا صاحب کے کذب پر شرح صدر حاصل تھا۔ اس لئے وہ گھبرانے کی بجائے زیادہ زور شور سے ردِّ مرزائیت میں مصروف ہو جاتے۔ اسی طرح کی صورتِ حال ۱۸۹۳ء میں پیش آئی اور مرزا صاحب نے لکھا:

"چند ماہ کا عرصہ ہوا ہے جس کی تاریخ مجھے یاد نہیں کہ ایک مضمون میں نے میاں (مولانا) محمد حسین

کا دیکھا جس میں میری نسبت لکھا ہوا تھا کہ یہ شخص کذاب اور دجال اور بے ایمان اور با ایں ہمہ سخت نادان اور جاہل اور علوم دینیہ سے بے خبر ہے۔ تب میں جناب الٰہی میں رویا کہ میری مدد کر تو اس کے بعد الہام ہوا " ادعونی استجب لکم " "یعنی دعا کرو میں قبول کروں گا " مگر میں بالطبع ناظر تھا کہ کس کے عذاب کیلئے دعا کروں۔ آج جو ۲۹ شعبان ۱۲۱۰ھ ہے، اس مضمون کے لکھنے کے وقت خدا تعالیٰ نے دعا کیلئے دل کھول دیا۔ سو میں نے اس وقت اسی طرح سے رقت دل سے اس مقابلہ میں فتح پانے کی دعا کی اور میرا دل کھل گیا اور میں جانتا ہوں کہ قبول ہو گئی اور میں جانتا ہوں کہ وہ الہام جو مجھ کو میاں بٹالوی کی نسبت ہوا تھا کہ " انی مھین من اراد اھانتک " وہ اسی موقع کے لئے ہوا تھا۔ میں نے اس موقعہ کیلئے چالیس دن کا عرصہ ٹھہرا کر دعا کی ہے اور وہی عرصہ میری زبان پر جاری ہوا۔ اب صاحبو، اگر میں اس نشان میں جھوٹا نکلا یا میدان سے بھاگ گیا یا کچھ بہانوں سے ٹالا تو تم سارے گواہ رہو کہ بیشک میں کذاب اور دجال ہوں۔ تب میں ہر ایک سزا کے لائق ٹھہروں گا۔ کیونکہ اس موقع پر ہر ایک پہلو سے میرا کذب ثابت ہو جائیگا۔ اور دعا کا نامنظور رہونا، کھل کر میرے الہام کا باطل ہونا بھی ہر ایک پر ہویدا ہو جائیگا۔" (آئینہ کمالات ص ۱۰۴)

قارئین، یہ ۱۸۹۳ء کی بات ہے اور مرزا صاحب نے بڑی پختگی کے ساتھ مولانا محمد حسین بٹالوی کی اہانت اور عذاب کی خاطر اپنی قبول شدہ بددعا کا ذکر کر کے اسے اپنے صدق و کذب کا معیار ٹھہرایا۔ جس کی وجہ سے پورے ملک میں انتظار ہونے لگا کہ دیکھیں مولانا پر کیا گزرتی ہے؟ چالیس روز گزر گئے اور مولانا بخیریت رہے۔ مرزا صاحب کی سٹی گم ہو گئی۔ بغلیں جھانکنے لگے۔ بڑی دیر کے بعد حواس بحال ہوئے تو تاویلیں شروع کر دیں اور فرمایا کہ اہانت سے مراد وہ اہانت ہے جو بمقام امرتسر ہم سے مباہلہ کرنے سے انکار کے سبب تمہیں ہوئی۔ حالانکہ یہ حقائق کی الٹی تعبیر تھی۔ فرار مولانا نے نہیں مرزا صاحب نے کیا تھا اور اہانت بھی انہی کی ہوئی تھی۔ مولانا تو سرخرو تھے۔ یہ تاویل نہایت کمزور تھی اور اس کا احساس مرزا صاحب کو بھی تھا۔ اسی لئے ۱۸۹۷ء میں شائع ہونے والے رسالہ انجام آتھم کے صفحات ۹۴، ۹۵، ۱۰۰ میں اس عذاب و اہانت کی تشریح یوں کی :

"محمد حسین اب مفلس ہو گیا ہے، پرانے کپڑے پہنتا ہے۔ کابل گیا تھا تو وہاں اس کا اکرام نہیں ہوا وہاں سے محروم و بیمار ہو کر واپس آیا۔"

اول تو کابل جانا اور ۱۸۹۷ء میں یہ نئی تشریح کرنا ہی کذب کی علامت ہے کیونکہ دعویٰ میں چالیس روز کی میعاد مقرر ہے اور ظاہر ہے کہ ۱۸۹۳ء اور ۱۸۹۷ء میں چالیس روز نہیں بلکہ تین سال کا وقفہ ہے۔ دوم یہ کہ نئی تاویل

بھی خلافِ واقعہ ہے۔ نہ تو مولانا کی مالی حیثیت میں کوئی کمی آئی تھی اور نہ ہی یہ کہ کابل میں ان کی پذیرائی نہیں ہوئی۔ آپ کابل گئے تھے تو امیر کابل نے آپ کا ازحد اکرام کیا تھا اور آپ نے مرزا صاحب کو دعوت بھی دی کہ میرے ساتھ کابل چلو اور خود لوگوں سے پوچھ لو کہ بٹالوی کے ساتھ یہاں کیا سلوک ہوا ہے لیکن مرزا صاحب کابل نہ جا سکتے تھے۔ کیونکہ ان کا الہام "شاتان تذبحان" سدِراہ تھا۔ ہاں یہ بات درست تھی کہ مولانا کابل میں بیمار ہو گئے تھے۔ اور یہ کوئی اہانت والی بات نہ تھی۔ کیونکہ خود مرزا صاحب بھی تو دائم المریض انسان تھے۔ اور کابل کی سرد آب و ہوا میں پنجاب کے گرم خطہ کا آدمی جا کر بیمار ہو جائے تو یہ کوئی اچنبھے کی بات بھی نہیں ہے۔

قارئین، مرزا صاحب بڑی پہلو دار شخصیت ہونے کے ساتھ ساتھ ازحد ڈھیٹ قسم کے انسان بھی تھے۔ زخم چاٹتے رہنے کی بجائے وہ طریق واردات تبدیل کر لیا کرتے تھے۔ دیکھتے کہ اگر دھمکیاں کام نہیں آئیں تو ترغیب و تحریص شروع کر دیتے۔ بددعا اثر نہ کرتی تو کہنے لگتے کہ دراصل مدمقابل بظاہر تو ہمارا مخالف ہے اور بباطن ہمارا موافق۔ اور جلد ہی اس کی موافقت ظاہر ہونے والی ہے۔ اس لئے ہم اسے عذاب میں مبتلا کر کے اپنے آئندہ حامیوں کی جان نہیں لینا چاہتے۔ مولانا بٹالوی اس واقعہ میں جب پھندے میں نہ آئے تو جھٹ دوسرا جال پھینک دیا اور اپریل ۱۸۹۷ء میں مرزا صاحب نے مولانا بٹالوی کو ایک خط لکھا:

"مجھ کو خدا نے تین مرتبہ اطلاع دی ہے کہ محمد حسین کو رجوع دیا جائیگا۔ اس لئے میں نے اس پیش گوئی کو اس رسالہ سراج منیر میں جو اب چھپ رہا ہے، درج کر دیا ہے۔ اور جہاں تک میری طاقت ہے میں دعا بھی کروں گا۔ مجھ کو اس بات سے بہت خوشی ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے ایسا ارادہ فرمایا ہے" واللہ علیٰ کل شیئٍ قدیر۔ (مکتوبہ ۲؍ اپریل ۱۸۹۷ء، منقول از اشاعۃ السنہ جلد ۱۸ نمبر ۲ صفحہ ۴۵ تا ۴۷)

اور اسی رسالہ کے صفحہ ۴۸ پر یہی بات مرزا صاحب کے مشیر خاص مولوی محمد احسن امروہی کی زبانی یوں بیان ہوئی ہے:

"حضرت اقدس نے اس عاجز سے بارہا فرمایا ہے کہ مولوی نذیر حسین صاحب بالآخر بسبب اپنی برکات علمی کے پھر اسی ریویو سابق (براہین احمدیہ والا) کی طرف رجوع فرمائیں گے۔ یہ جملہ معترضہ (مخالفت مرزا) جو ان کو پیش آ گیا ہے وہ ایک زلۃ الاقدام ہے۔" (راقم سید محمد احسن از امروہہ شاہ علی سرائے ضلع مراد آباد ۶؍ اپریل ۱۸۹۷ء)

گویا پیر اور مریدوں کے درمیان یہ ایک طے شدہ منصوبہ تھا۔ پیر صاحب قادیان میں ہیں، ۲؍ اپریل کو

خط لکھ رہے ہیں اور بات طے شدہ منصوبے کے مطابق ایک ہی لکھ رہے ہیں کہ اسے محمد حسین تو ہماری جماعت میں آجا، اللہ کو یہی منظور ہے، ہماری بیعت کر کے ہمارا حلقہ بگوش ہو جا۔ اور ساتھ ہی یہ کہا کہ اللہ یہ فیصلہ کر چکا ہے کہ تو ضرور مرزائی ہو جائیگا۔ لیکن مرزا صاحب کا یہ الہام اور دعا بھی ان کے لاتعداد الہاموں کی طرح پورا نہ ہوا بلکہ اسی رسالہ کے صفحہ ۱۰۴ پر مولانا بٹالوی نے اس پیشگوئی کے جواب میں مرزا صاحب کو یوں مخاطب فرمایا:

"میں خدا کے فضل و توفیق سے، نہ اپنی ذاتی قابلیت و لیاقت سے، آپ کے اس دام میں نہیں پھنستا اور جب تک زندہ ہوں اور قرآن پر ایمان رکھتا ہوں اور دین اسلام کا معتقد اور پابند ہوں، آپ کی موجودہ حالت اور اعمال و اخلاق کے ساتھ اتفاق نہ کروں گا۔"

مرزا صاحب مولانا کو اس شیطانی دھوکے میں ڈالنا چاہتے تھے کہ مولانا سے جو کچھ سرزد ہو رہا ہے، وہ ان کے علم و فضل کی بنا پر ہو رہا ہے اور یہی علم و فضل بالآخر انہیں مرزائیت کی جانب لے آئیگا۔ لیکن مولانا کو خدا تعالیٰ نے اس شیطانی جال سے بھی بچا لیا اور انھوں نے فرمایا، میں اپنی ذاتی قابلیت یا علم و فضل کی وجہ سے نہیں بلکہ اس شرح صدر کی وجہ سے تمہاری مخالفت کر رہا ہوں جو تمہارے بارے میں مجھے خدا کی طرف سے حاصل ہے۔ اور چونکہ اس یقین کی وجہ سے تم جھوٹے ہو اس لئے مرزائی ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اور پھر حالات نے ثابت کر دیا کہ مرزا صاحب کی یہ پیشگوئی بھی غلط نکلی۔ لیکن مرزا صاحب نے پھر پینترا بدل لیا اور دوبارہ دھمکیوں پر اتر آئے اور بوجہ نافرمانی آپ کیلئے عذاب کی پیشگوئیاں کرنے لگے۔ جیسا کہ ۱۲ نومبر ۱۸۹۸ء کو مرزا صاحب نے اعلان فرمایا کہ ۱۳ ماہ کے اندر مولوی محمد حسین بٹالوی عذاب میں مبتلا ہوگا اور اس عذاب میں اس کی موت بھی شامل ہے۔ لیکن اس اعلان کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک تو مولانا، مرزا صاحب کی وفات کے بعد زندہ رہے اور دوسرے یہ کہ اسی مدت میں مرزا صاحب کو عدالت میں آکر انگریز مجسٹریٹ کے روبرو اپنی بدزبانیوں کا اقرار کرنا پڑا اور ۲۴ فروری ۱۸۹۹ء کے روز یہ لکھ کر دینا پڑا کہ میں حلفاً اقرار کرتا ہوں کہ آئندہ ایسی پیشگوئی کسی کے حق میں خواہ مسلمان ہو، عیسائی یا ہندو ہو، نہ کروں گا، نہ کسی کے حق میں بددعا کروں گا، نہ کسی کو مباہلہ کیلئے بلاؤں گا —— گویا مرزا صاحب کا ناطقہ صحیح معنوں میں بند کر دیا گیا۔

ناظرین یہ ہے مرزا صاحب کی حقیقت۔ کیا ایک مامور من اللہ حکومتِ وقت یا مخالف عناصر کے خوف سے وحی سنانا بند کر سکتا ہے؟ جبکہ قرآن میں ہے:

"بلّغ ما انزل الیک من ربک فان لم تفعل فما بلغت رسالتہ"!

اور اس سلسلہ میں "واللہ یعصمک من الناس" کا وعدہ بھی ہے۔ اگر مرزا صاحب بھی نبی تھے، مامور

من اللہ تھے تو پھر انہوں نے زبان بندی کا اقرار کیوں کر لیا تھا؟ کیا انگریز گورنمنٹ یا مولانا بٹالوی میں اتنی طاقت ہے کہ وہ وحی کا سرچشمہ بند کر سکیں یا لسانِ رسالت کو خاموش کر سکیں!

قارئین محترم، مرزا صاحب کی درج بالا پیشگوئی بہت مفصل اور واضح تھی۔ مدت کا تعین بھی سنین اور تاریخ کی قید کے ساتھ موجود تھا اور یہ پیشگوئی درج ذیل اشتہار کی صورت میں شائع تھی:

"میں نے خدا تعالیٰ سے دعا کی ہے کہ وہ مجھ میں اور محمد حسین میں آپ فیصلہ کرے اور وہ دعا یہ ہے "اے میرے ذوالجلال پروردگار، اگر میں تیری نظر میں ایسا ہی ذلیل، جھوٹا اور مفتری ہوں جیسا کہ محمد حسین بٹالوی نے اپنے رسالہ اشاعۃ السنۃ میں بار بار مجھ کو کذاب، دجال اور مفتری کے لفظ سے یاد کیا ہے اور جیسا کہ اس نے اور محمد بخش جعفر زٹلی نے اور ابوالحسن تبتی نے اس اشتہار میں جو ۱۰ر نومبر ۱۸۹۷ء کو چھپا ہے، میرے ذلیل کرنے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا تو اے میرے مولا، اگر میں تیری نظر میں ایسا ہی ذلیل ہوں تو مجھ پر ۱۳ ماہ کے اندر یعنی ۱۵ر دسمبر ۱۸۹۸ء سے ۱۵ر جنوری ۱۹۰۰ء تک ذلت کی مار وارد کر اور اگر تیری جناب میں میری عزت اور وجاہت ہے تو میرے لئے یہ نشان ظاہر فرما کہ ان تینوں کو ذلیل و رسوا اور ضربت علیہم الذلۃ والمسکنۃ کا مصداق کر۔ آمین ثم آمین۔ . . . یہ دعا تھی جو میں نے کی۔ جواب میں الہام ہوا کہ میں ظالم کو ذلیل اور رسوا کر دوں گا۔ یہ خدا تعالیٰ کا فیصلہ ہے کہ فریقین میں سے جو کاذب ہے وہ ذلیل ہوگا۔ یہ فیصلہ چونکہ الہام کی بنا پر ہے۔ اس لئے حق کے طالبوں کیلئے ایک کھلم کھلا نشان ہو کر ہدایت کی راہ ان پر کھولے گا" (اشتہار مرزا صاحب ۲۱ر نومبر ۱۸۹۸ء)

پھر مرزا صاحب انتظار میں مشغول ہو گئے لیکن جوں جوں وقت گزرتا جا رہا تھا، ان کی بے تابیوں میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔ مولانا پر کوئی آنچ نہیں آ رہی تھی۔ اس لئے مریدوں کا حوصلہ برقرار رکھنے کی خاطر اگلے سال یعنی ۵ر نومبر ۱۸۹۹ء کو ایک اور اشتہار شائع کیا جس میں مدت بھی بڑھا دی تاکہ مریدوں سے کچھ عرصہ اور جان چھوٹی رہے فرمایا:

"اے میرے مولا، قادر خدا، اب مجھے راہ بتلا۔ اگر میں تیری جناب میں مستجاب الدعوات ہوں تو ایسا کر کہ جنوری ۱۹۰۰ء سے آخیر ۱۹۰۲ء تک میرے لئے کوئی اور نشان دکھلا اور اپنے بندے کیلئے گواہی دے جسے زبانوں نے کچلا ہے۔ دیکھ میں تیری جناب میں عاجزانہ ہاتھ اٹھاتا ہوں کہ تو ایسا ہی کر۔ اگر میں تیرے حضور میں سچا ہوں تو ان تین سالوں میں کوئی ایسا نشان دکھلا جو انسانی ہاتھوں سے بالاتر ہو۔ میں نے یہ فیصلہ کر لیا ہے کہ اگر میری یہ دعا مقبول

نہ ہوا میں ایسا ہی مردود، ملعون، بے دین اور خائن ہوں جیسا کہ مجھے سمجھا گیا ہے"۔

لیکن ع اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

مولانا کو کچھ بھی نہ ہوا - بلکہ مرزا صاحب خود عدالت سے معافی مانگ کر ذلیل و خوار ہوئے - ملک بھر کے لوگ مرزا صاحب کو ان کی دعائیں الٹ جانے اور ان کی پیشگوئیاں غلط ہو جانے پر طعنے دینے لگے تو مرزا صاحب نے پھر پینترا بدل لیا اور مدت ختم ہونے سے پہلے ہی یعنی ۱۵ رنومبر ۱۹۰۲ء کی مطبوعہ "اعجاز احمدی" میں لکھ دیا :

"ہم اس (محمد حسین) کے ایمان سے ناامید نہیں ہوئے بلکہ امید بہت ہے - اسی کی طرح خدا کی وحی خبر دے رہی ہے (کہ اے مرزا) مجھ پر تیرے دوست محمد حسین کا مقسوم ظاہر کر دے گا۔ پھر روز مقرر اس کو فراموش نہیں کریگا اور خدا کے ہاتھوں سے زندہ کیا جائیگا اور خدا قادر ہے اور رشد کا زمانہ آئیگا اور گناہ بخش دیا جائے گا - پس پاکیزگی اور طہارت کا پانی اسے پلائیں گے اور نسیم صبا خوشبو لائے گی - میرا کلام سچا ہے، میرے خدا کا قول ہے، جو شخص تم میں سے زندہ رہے گا دیکھ لے گا" (اعجاز احمدی ص ۵۰، ۵۱)

مولانا بٹالوی ۱۹۲۰ء میں فوت ہوئے - اس دوران ان کا اپنا ماہنامہ "اشاعۃ السنۃ" بھی مرزائیت کے تعاقب میں مصروف رہا اور بعض دیگر رسائل میں بھی آپ کے مضامین ردِ قادیانیت کے بارے میں شائع ہوتے رہے - اس اشتہاری پیشگوئی کے بعد مولانا نے مرزا صاحب کی عمر کا باقی ماندہ حصہ، خلیفہ اول حکیم نور دین کا زمانہ اور مرزا محمود کی خلافت کا کچھ عرصہ دیکھا - کوئی مرزائی یہ ثابت نہیں کر سکتا کہ مولانا نے ان میں سے کسی کے ہاتھ پر یا دیگر کسی مرزائی کے ہاتھ پر بیعت کر کے اسلام کو ترک کیا ہو اور سلسلہ احمدیہ میں داخل ہوئے ہوں۔

قارئین آپ نے ملاحظہ فرمالیا کہ یہ کیا چکر ہے، محمد حسین کو عذاب میں مبتلا کیا جائیگا - محمد حسین کو مرزائیت میں داخل کر دیا جائیگا - محمد حسین ذلیل و خوار ہو کر موردِ عذاب ہوگا - محمد حسین مرزائی ہو جائیگا ــــ کیا مرزا صاحب کا وحی کنندہ اتنا ہی بدھو ہے جو ہر سال اپنے فیصلے بدل دیتا ہے، جسے پتہ نہیں کہ کل کیا ہونے والا ہے؟ آپ ان پیشگوئیوں کو دوبارہ پڑھئے - ہر ایک میں یقین و اعتماد کی انتہا ہے کہ یہ بات ہو کر رہے گی، میری دعا قبول ہو چکی ہے، قبولیت کی اطلاع مل چکی ہے - پھر کیا وجہ ہے کہ وہ کچھ نہیں ہوا جو کچھ کہا گیا، نہ تو عذاب والی پیشگوئیاں پوری ہوئیں اور نہ ہی حلقہ بیعت میں داخل ہونے والی ــــ ایسے شخص کو کیا کہا جائے؟

ناظرین! گمشدہ اوراق کی چوتھی قسط آپ کے مطالعہ سے گزر رہی ہے - آپ نے دیکھا ہوگا کہ ہماری گزارشات کا انحصار اکثر و بیشتر مرزا غلام احمد قادیانی کی تحریروں پر ہے - وہ کثیر التصانیف شخصیت تھے -

ان کی تمام تصانیف ہماری نظر سے نہیں گزر سکیں۔ محدود وسائل کی بنا پر جو کچھ ہمیں دستیاب ہو سکا ہے اسی پر انحصار کر کے آپ کے سامنے تحریک ختمِ نبوت کے ابتدائی چند سالوں کی سرگزشت غیر مرتب انداز میں پیش کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ ہمارے تذکرہ نگار عموماً جذبات کا شکار ہو کر حقائق کو پسِ پشت ڈال دیتے ہیں۔ ان ابتدائی چند سالوں میں جن گرامی قدر شخصیات نے تحریک میں کام کیا ہے، انہیں اس لئے نظر انداز کر دیا گیا کہ وہ ایک مخصوص مکتبِ فکر سے متعلق ہیں اور تذکرہ نگاران سے فقہی اور فروعی اختلافات رکھتے ہیں۔ ان اختلافات نے تاریخِ تحریک کو مسخ کر دیا ہے۔ ہم حقائق کو جذبات کے پردے سے باہر لانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ہمیں مرزا صاحب سے کوئی عقیدت نہیں ہے کہ جا بجا ان کی کتب سے حوالے پیش کئے جا رہے ہیں، اس کا مقصد صرف یہ ہے کہ مرزا صاحب ہی زیادہ اور بہتر طور پر جانتے تھے کہ کون ان کے مدِ مقابل ہیں، کن کی لگائی ہوئی چوٹیں تکلیف دے رہی ہیں اور کن کے لگائے ہوئے زخم ناسور بن چکے ہیں۔ مرزا صاحب نے چونکہ بار بار ان لوگوں کی نشان دہی جا بجا اپنی کتابوں میں کی ہے، اس لئے ہمیں ان کی کتب کا سہارا لینا پڑتا ہے تاکہ یہ ثابت کیا جا سکے کہ "الفضل ما شهدت به الاعداء" کے زمرے میں کون لوگ شامل ہیں؟

(باقی)

اطلاعِ ضروری

بہت سے احباب کی مدت خریداری اس شمارے کے بعد ختم ہو جائے گی۔ بطورِ اطلاع ان کے نام آنے والے پرچے پر "آپ کا چندہ ختم ہے" کی مہر لگا دی گئی ہے۔ اپنا پرچہ چیک کریں اور نوٹ فرمالیں کہ اس اطلاع کے بعد پندرہ دن کے اندر اندر، آئندہ خریداری جاری رکھنے کی صورت میں سالانہ زرِ تعاون بذریعہ منی آرڈر روانہ فرمادیں یا اگلے ماہ جون کا شمارہ) بذریعہ وی پی پی وصول کرنے کے لئے تیار رہیں ——— اور (خدانخواستہ) آئندہ خریداری جاری نہ رکھنے کی صورت میں دفتر کو اطلاع دیں کہ وی پی پی روانہ نہ کیا جائے۔ ورنہ بعد میں کوئی معذرت قابلِ قبول نہ ہوگی۔ یاد رکھئے

وی۔پی۔پی واپس کرنا اخلاقی جرم ہے

● بعض اوقات تازہ پرچہ محفوظ رکھنے کی خاطر وی پی پیکٹ میں پرانا پرچہ ارسال کر دیا جاتا ہے، اور وی پی پی وصول ہونے کے فوراً بعد تازہ پرچہ عام ڈاک سے روانہ کر دیا جاتا ہے۔ لہٰذا اسے کسی بددیانتی پر محمول نہ کیا جائے۔ والسلام!

(منیجر)